اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۷ اپریل ۱۹۹۴ء کو بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر بشیر مسیح انتقال کر گئے۔ وہ بلوچستان اسمبلی کے پہلے مسیحی رکن تھے جو اس منصب کے لیے منتخب ہوئے۔ اُن سے پہلے معروف مسیحی دانش ور جناب جوشوا فضل الدین پنجاب اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر رہ چکے تھے۔ بشیر مسیح کا بطور ڈپٹی اسپیکر انتخاب نہ صرف اِس حقیقت کا اظہار تھا کہ پاکستان میں اقلیتوں کو احترام حاصل ہے، بلکہ اس امر کا بین ثبوت تھا کہ بلوچستان جیسے صوبے میں جہاں "قبائلیت" زیادہ مستحکم ہے، ایک عام آدمی کو اہمیت مل رہی ہے۔

جناب بشیر مسیح کی سیاسی دلچسپیوں اور عوامی خدمت کا دور تیس برسوں پر محیط ہے۔ اُنھوں نے بلدیاتی اداروں کی سیاست سے اپنے کیریئر کا آغاز کیا۔ محمد ایوب خان کے دور اقتدار میں دو بار میونسپل اداروں کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۳ء میں پاکستان پیپلز پارٹی سے وابستہ ہوئے مگر پارٹی کے ساتھ نہ چل سکے۔ ۱۹۷۷ء میں مارشل لاء کے نفاذ اور سیاسی سرگرمیوں پر پابندی کے باعث بشیر مسیح عارضی طور پر سیاست سے کنارہ کش ہو گئے، تاہم ۱۹۸۵ء کے غیر جماعتی انتخابات میں مسیحی عوام کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔ ۱۹۹۰ء کے عام انتخابات میں اُنھوں نے جمہوری وطن پارٹی اور پاکستان مسلم لیگ کے مشترکہ امیدوار کے طور پر حصہ لیا، مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں وہ پاکستان مسلم لیگ (نواز شریف گروپ) کے ٹکٹ پر بلوچستان اسمبلی میں پہنچے اور جناب عبدالرحیم شاہنوانی کے مقابلے میں ڈپٹی اسپیکر کے منصب کے لیے منتخب ہوئے۔

جناب بشیر مسیح پنجاب یونیورسٹی کے گریجویٹ تھے اور پاکستان کی چار صوبائی زبانوں کے ساتھ اُردو اور انگریزی پر عبور رکھتے تھے۔ اپنی برادری کے مسائل سے بخوبی آگاہ تھے اور ان کے حل کے لیے کوشاں تھے۔ ملک کے سیاسی مسائل پر واضح ذہن رکھتے تھے۔ طریقِ انتخاب اور قانون توہینِ رسالت کے حوالے سے مسیحی برادری کے بعض رہنما احتجاجی سیاست کا راستہ اختیار کر چکے ہیں۔ جناب بشیر مسیح نے اِن دونوں مسائل پر حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر اختیار کیا تھا۔

طریقِ انتخاب کے حوالے سے اُنھوں نے بار ہا کہا کہ اقلیتی حلقوں کے جو لوگ جداگانہ طرزِ انتخاب کی مخالفت کرتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں۔ مخلوط طرزِ انتخاب کسی طرح بھی اقلیتوں کے مفاد میں نہیں۔ اُن کے تجزیے کے مطابق "پاکستان کی سیاست میں تمام تر آزادیوں کے باوجود مذہب کو بہت

زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے۔ اقلیتی امیدوار مخلوط انتخابات میں ضمانتیں تو ضبط کرا سکتے ہیں لیکن [اُن کے لیے] ایوان تک رسائی حاصل کرنا ممکن نہیں۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے نتائج اس امر کے گواہ ہیں، شاید ہی کوئی ایسا اقلیتی امیدوار ہو جس کی ضمانت ضبط نہ ہوئی ہو۔ جداگانہ طرزِ انتخاب سے کم از کم اقلیتی نمائندے اسمبلیوں میں اپنی آواز تو بلند کر سکتے ہیں۔"

"قانون توہینِ رسالت" کے حوالے سے اُن کی خواہش تھی کہ یہ قانون کسی طرح ذاتی دشمنیوں کا بدلہ لینے کے لیے استعمال نہ ہونا چاہیے۔ اُن کے الفاظ میں "ہم اِس [قانون] کے خلاف نہیں، کوئی بھی سچا مسیحی توہینِ رسالت کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر واقعی کوئی اس قبیح جُرم کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ موت سے بھی سخت سزا کا حق دار ہے، لیکن یہ نہیں ہونا چاہیے کہ کسی بے گناہ کو اِس قانون کا نشانہ بنایا جائے۔"

جناب بشیر مسیح اب ہمارے درمیان نہیں اور اُن کی کمی شدت سے محسوس کی جاتی رہے گی، تاہم اُنہیں یاد رکھنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ اُنہوں نے مسلم۔ مسیحی روابط کے حوالے سے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، اُنہیں یاد رکھا جائے اور اِن پر عمل کیا جائے۔